بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلَى خَاتَمِ الأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْن،

أَمَّا بَعْدُ:

066: اللہ تعالیٰ کے پاؤں یا قدم کی صفت کی دلیل، اور اللہ تعالیٰ کی صفت کلام اور صوت (آواز) کی دلیل کا بیان

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابو العباس احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔ اور جہاں پر رُکے تھے وہیں سے درس کا آغاز کرتے ہیں؛ پچھلے درس میں ہم بات کر رہے تھے سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے ثبوت کا بیان، یعنی یہ وہ صفات ہیں اللہ تعالیٰ کی صفات الکمال میں سے جن کی دلیل ہمیں صرف احادیث میں ملتی ہے، اور اس کے بعد شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے اُن احادیث کا بھی ذکر کیا جن میں اللہ تعالیٰ کی اُن صفات کا ذکر ہے جو قرآن مجید میں بھی ثابت ہیں۔

تو ترتیب یہ یاد کر لیں:

1- پہلی ترتیب کیا ہے؟ صرف قرآن مجید کی آیات میں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ صفات کمال ہیں اُن کا ذکر ہے۔

2- صرف وہ احادیث جن میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا ثبوت ہے۔

3- تیسری قسم جو ہے وہ احادیث جن میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر ہے اور قرآن مجید میں بھی اُن کا ذکر موجود ہے۔

تو آیئے دیکھتے ہیں آج کی نشست میں پانچویں حدیث ہے "الحديث الخامس": شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "في إثبات الرجل أو القدم" (اللہ تعالیٰ کے پاؤں یا قدم کا ثبوت)؛ یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات الکمال میں سے اللہ تعالیٰ کے پاؤں کی صفت یا قدم کی صفت کی دلیل کا بیان: "وهو قوله صلى الله عليه وسلم" (اور اس کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث ہے) "لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ يُلْقَى فِيهَا، وَهِيَ تَقُولُ: هَلْ مِنْ مَزِيدٍ، حَتَّى يَضَعَ رَبُّ الْعِزَّةِ فِيهَا رِجْلَهُ (وفي رواية: عليها قَدَمَهُ)، فَيَنْزَوِي بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ، فَتَقُولُ: قَطْ قَطْ"۔

"متفق عليه"(یہ حدیث متفق علیہ حدیث ہے)۔

متفق علیہ سے کیا مراد ہے؟"رواہ البخاری ومسلم"۔

البخاری ومسلم جب دونوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو صحت حدیث کے تعلق سے یہ سب سے بلند ترین درجے پر فائز ہیں، جب کہتے ہیں "متفق علیہ"؛یعنی یہ حدیث جو ہے سب سے زیادہ صحیح حدیث ہے صحت کے اعتبار سے۔

حدیث کا ترجمہ میں شرح کے ساتھ کر دیتا ہوں۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ يُلْقَى فِيهَا":یعنی یہ قیامت کے دن جہنم میں لوگوں کو پھینکا جائے گا،اور پتھروں کا ذکر بھی ہے؛ جو جہنمی لوگ ہیں اور جو پتھر ہیں وہ جہنم میں پھینکے جائیں گے (اِلقاء یعنی پھینکنا) کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :﴿فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾(اُس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن لوگ ہیں اور پتھر ہیں)إلي آخر الآية (البقرۃ:24)۔

"وقد يقال"(یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ صرف جہنمی لوگ ہی پھینکے جائیں گے اور پتھر تو پہلے سے موجود تھے)"والعلم عند الله": یعنی علماء کے مفسرین کے دو اقوال ہیں۔

جو پھینکا جائے گا جہنم میں "لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ يُلْقَى فِيهَا" کیا پھینکا جائے گا؟ایک قول یہ ہے کہ جہنم میں لوگ اور پتھر،اور دوسرا قول ہے کہ صرف لوگ پھینکے جائیں گے پتھر پہلے سے ایندھن ہوں گے اور جب جہنمی لوگ پھینکے جائیں گے تو پھر یہ لوگ پتھروں کے ساتھ خود بھی ایندھن بن جائیں گے۔

اور"يُلْقَى فِيهَا":جب کہا جاتا ہے تو اس لفظ میں دلیل ہے"والعياذ بالله"کہ اُن کو پھینکا جائے گا ذلیل اور خوار کرکے (یعنی ذلت کا معنی پایا جاتا ہے)جیساکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿كُلَّمَآ أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ﴾(الملک:8)؛جب بھی اُن کو پھینکا جاتا ہے جہنم میں:"وَهِيَ تَقُولُ: هَلْ مِنْ مَزِيدٍ؟":یعنی کیا اور زیادہ نہیں ہے مجھے اور زیادہ چاہیے(تَقُولُ: جہنم کہے گی (جہنم بولتی ہے)اُسے زیادہ چاہیے)۔

اور شیخ صاحب فرماتے ہیں: کیونکہ یہاں پر استفہام ہے اور بہت ہی بڑی غلطی کی جس نے یہ کہا ہے کہ استفہام یہاں پر نفی کے لیے ہے یعنی"لا من مزيد"("هَلْ مِنْ مَزِيدٍ"کا معنی"هَلْ" نفی کے لیے ہے تو"لا من مزيد")یعنی زیادہ ضرورت نہیں ہے میں

بھر گئی ہوں، اور ''هَلْ مِنْ مَزِيدٍ'' اگر یہ استفہام ہے تو اس کا معنی نفی نہیں ہے صرف استفہام ہے طلب کے لیے؛ تو اس کا مطلب ہے کہ مجھے ابھی مزید زیادہ کی ضرورت ہے۔

اور اس کی دلیل کیا ہے کہ دونوں معنی میں سے کون سا معنی صحیح ہے؟ طلب کا معنی ہے یا نفی کا معنی ہے اس کی دلیل کیا ہے؟ اسی حدیث میں: ''حَتَّى يَضَعَ رَبُّ العِزَّةِ فِيهَا رِجلَهَ'': اگر جگہ خالی ہوتی یعنی اگر طلب کا معنی نہ ہوتا نفی کا معنی ہوتا تو پھر اللہ ربّ العزت سبحانہ وتعالیٰ اپنا پاؤں کیوں رکھتے قدم کیوں رکھتے؟! اِلا یہ کہ اُس کو طلب تھی زیادہ کی۔

''وفي رواية: عليها قَدَمَهُ'': دوسری روایت میں قدم کا ذکر ہے؛ اور یہ دلیل ہے کہ جہنم زیادہ طلب کرے گی۔

''حَتَّى يَضَعَ رَبُّ العِزَّةِ'': ربّ العزۃ اس لیے بیان کیا ہے حدیث میں کیونکہ مقام جو ہے عزت کا مقام ہے غلبے کا اور قہر کا مقام ہے عظمت کا مقام ہے اس لیے "ربّ العزۃ" فرمایا ہے۔

"ربّ" کا معنی جو ہم جانتے ہیں (ایک اور علمی بات بھی سمجھ لیں) ربّ کا کیا معنی ہے؟ خالق، مالک، تدبیر کرنے والا، مشکل کشا حاجت روا، نفع ونقصان کا مالک، یہ معنی ہے۔

ربّ کا دوسرا معنی بھی ہے: "ربّ البیت، ربّ الأسرۃ"۔ کیا معنی ہے اس کا؟ گھر والا، نہیں! گھر کا سربراہ گھر کا ذمے دار، گھر کا بڑا، تو گھر والا۔ "ربّ الدّار یعنی صاحب الدّار" (اِس گھر کا مالک (گھر والا جسے ہم کہتے ہیں)) "ربۃ الأسرۃ" (گھر والی)۔

تو ربّ کا معنی صاحب کا بھی ہوتا ہے جس کا ترجمہ ہم اردو میں والے کا کرتے ہیں۔

اور یہاں پر حدیث میں ''حَتَّى يَضَعَ رَبُّ العِزَّةِ'': تو ربّ کا معنی صاحب العزۃ؛ اگر اس معنی کو خالق کا لیا جائے تو مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عزت کو خود پیدا کیا ہے کیا؟! تو عزت مخلوق ہوئی! صفت مخلوق ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ کی؟! نہیں ہو سکتی نا! تو ربّ کا معنی کیا ہے یہاں پر؟ یعنی "صاحب العزۃ" (عزت والا)۔

''فِيهَا رِجلَهَ (وفي رواية: عليها قَدَمَهُ)'': ''فِيهَا'' اور ''عليها''؛ ''رِجلَهَ'' اور ''قَدَمَهُ'' میں کیا فرق ہے؟

پہلی بات یہ ہے کہ جو حرف جَر ہے ''فِيهَا'' یعنی ''عليها'': اس کے اوپر اللہ تعالیٰ رکھ دے گا جیسا کہ ''عليها قَدَمَهُ'' کی روایت میں آیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ﴾ (طہٰ:71)۔

فرعون نے کیا کہا تھا چالیس جادوگروں کو جن لوگوں نے توبہ کی ہے اور اسلام قبول کیا؟ فرعون نے جب دھمکی دی تو کیا کہا میں تمہیں سولی پر چڑھادوں گا یا سولی کے اندر چڑھادوں گا؟ سولی میں یا سولی پر؟ سولی میں چڑھایا جاتا ہے یا سولی پر چڑھایا جاتا ہے؟ پَر۔

دیکھیں لفظ کیا ہے ﴿فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ﴾ یا "على جذوع النخل" قرآن مجید میں؟ ﴿فِيْ﴾۔فِی حرف جر ہے ظرفیہ کے لیے ہے لیکن عربی زبان کا عربی گرامر کا یہ قاعدہ ہے کہ حرف جر جو ہے وہ ایک دوسرے کی جگہ لے لیتے ہیں؛ ﴿فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ﴾ سے مراد یہ ہے "على جذوع النخل"۔

رجل اور قدم دو مختلف الفاظ ہیں معنی ایک ہے؛ شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ انہوں نے قدم کا ذکر کیا ہے، رجل کا نہیں کیا قدم کا کیا ہے) کہ قدم پاؤں کو بھی کہا جاتا ہے۔

رجل پاؤں کو کہتے ہیں نا، قدم بھی پاؤں کو کہتے ہیں اب پاؤں اور قدم (رجل اور قدم) میں کیا فرق ہے؟ شیخ صاحب نے یہاں پر قدم کا ذکر کیا ہے قدم کہتے کسے ہیں یہ لفظ کہاں سے آیا ہے لفظی اعتبار سے؟ معنی تو ایک ہی ہے نا لیکن لفظ مختلف ہیں یہ لفظ کہاں سے آئے ہیں؟

قدم کا لفظ جو ہے وہ تقدیم سے آیا ہے مقدم سے آیا ہے؛ انسان جب چلتا ہے تو اپنے پاؤں کو آگے کرتا ہے تو چل سکتا ہے اگر آگے پاؤں کو یعنی مقدم نہ کرے آگے نہ کرے تو کبھی چل نہیں سکتا۔

قدم کا فنکشن (Function) کیا ہے کام کیا ہے؟ چلنے کے لیے ہے نا (ہاتھ پکڑنے کے لیے، آنکھ دیکھنے کے لیے، اور پاؤں چلنے کے لیے)، اگر قدم جو ہے آپ آگے نہ بڑھائیں تو آپ کبھی چل نہیں سکتے۔ تو اصل مقصد اس پاؤں کا کیا ہے؟ چلنا ہے؛ تو اس لیے اسے قدم کہا گیا ہے۔ قدم کا لفظ کہاں سے آیا ہے؟ مقدم سے، آگے کرنے سے۔

رجل کا لفظ رجل کہتے کسے ہیں ترجمہ تو پاؤں کا ہو گیا نا؟ جس پر چلا جاتا ہے۔ پاؤں کسے کہتے ہیں؟ یعنی جس پر چلا جاتا ہے نا۔ ہاتھ کسے کہتے ہیں؟ جس سے پکڑا جاتا ہے۔

تو رجل کسے کہتے ہیں؟ رجالاً أو رکباناً۔ حج پر جانے کے تعلق سے اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟ ﴿فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا﴾ (البقرۃ: 239)۔ ﴿فَرِجَالًا﴾ سے کیا مراد ہے؟ چلتے ہوئے یا سواری پر۔

تو رجال کا لفظ کہاں سے آیا ہے؟ دیکھیں نا کہ جس چیز پر چلا جاتا ہے، تو رجل کہتے ہیں پاؤں کو؛ رجل سے مراد ہے جسم کا وہ حصہ جس پر چلا جاتا ہے۔

اور قدم پاؤں کو ہی کہتے ہیں لیکن کیوں قدم کہا گیا ہے؟ کہ جب تک آگے نہیں بڑھائیں گے تو آپ چل نہیں سکتے۔

تو رجل اور قدم کا لفظی اعتبار سے یہ فرق ہے معنی دونوں کا ایک ہے۔

"فَيَنْزَوِي بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ": یعنی جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ ربّ العزت جلّ شانہ اپنا قدم رکھیں گے اپنا پاؤں رکھیں گے جہنم پر تو وہ ایک دوسرے سے مل جائے گی لپٹ جائے گی "ينضم بعضها إلى بعض": فَيَنْزَوِي: یعنی ينضم؛ یعنی کوئی اس میں جگہ باقی نہیں رہے گی۔ "فَتَقُولُ: قَطْ قَطْ": یعنی "حسبي حسبي": یعنی اور کوئی گنجائش نہیں ہے کسی چیز کی بھی مجھے کفایت ہو گئی ہے۔

اس حدیث میں جن صفات کا ذکر ہے:

1-سب سے پہلے: "إثبات القول من الجماد": جمادات کی صفت کا ذکر ہے کہ جمادات بھی بولتے ہیں (سبحان اللہ)۔

کہاں سے آیا؟ "وَهِيَ تَقُولُ: هَلْ مِنْ مَزِيدٍ"۔ "تقول" ہے نا (سبحان اللہ)؛ اور: "فَتَقُولُ: قَطْ قَطْ": حدیث کے شروع میں حدیث کے آخر میں جہنم کے قول کا ثبوت ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جب چاہے بلوا دے۔

2-دوسرے نمبر پر جو اس حدیث میں فائدہ ہے جہنم سے یا جہنم کی آگ سے خبردار کرنا: "لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ يُلْقَى فِيهَا، وَهِيَ تَقُولُ: هَلْ مِنْ مَزِيدٍ"۔

تو ہمیں خبردار ہونا چاہیے کہ نہیں؟ ڈرنا چاہیے کہ نہیں؟ اور ہر اس عمل کو چھوڑ دینا چاہیے جو جہنم کے قریب کر دیتا ہے، اور ہر وہ عمل کرنا چاہیے جو جہنم سے دور کر دیتا ہے۔

3-تیسرے نمبر پر اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کا ثبوت کہاں سے ہمیں ملا ہے یہ فائدہ؟ دیکھیں نا اللہ تعالیٰ جہنم کو مکمل ﴿لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾(هود:119) اللہ تعالیٰ بھرے گا جہنم کو؛ اور جب لوگ داخل ہو جائیں گے جہنم میں اور جگہ خالی رہ جائے گی اور وہ کہے گی "هَلْ مِنْ مَزِيدٍ" (کوئی اور ہے مجھے اور ضرورت ہے) تو اللہ تعالیٰ اپنا پاؤں اس پر رکھیں گے اور وہ بھر جائے گی، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے اپنے بندوں پر کیونکہ اللہ تعالیٰ اس چیز پر قادر ہے کہ اللہ تعالیٰ خاص مخلوق پیدا کرتا اور جہنم کو بھر دیتا (سبحان اللہ) لیکن اللہ تعالیٰ کبھی بھی کسی کو بھی بغیر گناہ کے یا بغیر نافرمانی کے سزا نہیں دیتا، لیکن جنت میں دیکھیں آپ اس کے برخلاف کہ جب جنت میں جگہ خالی رہے گی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے خاص لوگ پیدا کریں گے جنت کے لیے (اُس وقت پیدا کریں گے) تاکہ جنت بھی بھر جائے، تو اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے اور فضل ہے اپنے بندوں پر اور خاص رحمت ہے۔

4- چوتھے نمبر پر کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا پاؤں ہے (یعنی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے) اور یہ پاؤں جو ہے قدم جو ہے حقیقی ہے جو مخلوقات کے پاؤں جیسا نہیں؛ اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک ایسی صفت کو کہا جاتا ہے ''الصفة الذاتية الخبرية'' (کہ ذاتی خبری صفت ہے)۔

کیوں ذاتی خبری کہا جاتا ہے؟ ذاتی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اس کا تعلق ہے اور ہمیشہ سے ہے اسے کہتے ہیں ذاتی؛ اور خبری اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی دلیل ہمیں خبر سے ملی ہے قرآن اور سنت سے ملی ہے؛ اور ہمارے ہاں یعنی ہمارے جسم کے اعتبار سے حصے ہیں ان صفات کے، لیکن اللہ تعالیٰ کے لیے یہ جائز نہیں ہے یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے بھی کوئی حصے ہیں (نعوذ باللہ) جیسا کہ مخلوق کے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے ممتنع ہے ناممکن ہے اور جائز نہیں ہے، لیکن اَشاعرہ اور اہل التحریف نے اس کی مخالفت کی ہے (اَشاعرہ اور اہل التحریف نے)۔

دیکھیں عجب تحریف دیکھیں واللہ! عجیب بات دیکھیں اب لفظ کیا ہے؟!''رِجْلَهُ أو قَدَمَهُ'': دو مختلف روایات ہیں دونوں کا معنی ایک ہے۔ اب "رِجل اور قدم" اہل التعطیل نے اہل التحریف نے اُن میں سے اَشاعرہ بھی ہیں عجیب وغریب تحریف کی ہے تاویل کے نام پر!

تاویل اور تحریف میں کیا فرق ہے کوئی فرق ہے کہ نہیں؟ فرق ہے۔ کیا؟ تحریف میں آپ ایسا معنی لے کر آتے ہیں جس سے اُس کا تعلق ہی نہیں ہے (دور کا معنی لیتے ہیں) تحریف ہوگئی، بغیر وجہ بغیر سبب اور بغیر دلیل کے تحریف ہے؛ اگر دلیل ہے سبب بھی ہے دو معنی ہیں ایک قریب ہے ایک بعید ہے، آپ قریب کو چھوڑ کر بعید کا معنی لے لیتے ہیں تو یہ تاویل ہے لیکن دلیل کی بنیاد پر آپ نے لیا ہے۔

اس میں دیکھیں ذرا "رِجل اور قدم" انہوں نے دیکھا عربی زبان میں کس چیز کو کہا جاتا ہے، ڈھونڈا ہے اُن کو ایک مل گیا ہے: "رِجل": جماعت، گروہ کو بھی کہتے ہیں تو ''رِجْلَهُ'' سے مراد پاؤں نہیں ہے بلکہ ایک جماعت اور گروہ ہے اللہ تعالیٰ اُس وقت پیدا کرے گا۔

اور اِس کی دلیل میں انہوں نے کہا ہے سیدنا ایوب علیہ الصلاۃ والسلام کے قصے میں ''طائفة من جراد'' کہ اللہ تعالیٰ بھیجے گا ایک گروہ ٹنڈیوں کا ''طائفة من جراد'': تو لفظ ہے ''رجل جراد من ذهب'': سونے کی ٹڈیاں جو ہیں اللہ تعالیٰ نے بھیجی ہیں سیدنا ایوب علیہ الصلاۃ والسلام پر (معروف قصہ ہے سیدنا ایوب علیہ الصلاۃ والسلام کا (اللہ کے پیارے نبی))۔

تو''رجل جراد من ذهب''سونے کی: اب رِجل سے مراد کیا ہے یہاں پر؟ گروہ،ایک جماعت؛توانہوں نے کہا کہ رِجل سے مراد اس حدیث میں بھی یہی گروہ ہے۔''رِجۡلَةً'': وہ گروہ(نسبت تواللہ تعالیٰ کی طرف ہے دیکھیں نا)اللہ تعالیٰ کا وہ گروہ جواللہ تعالیٰ اُس وقت پیدا کرے گا۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ تحریف باطل ہے کیونکہ لفظ''عَلَيۡهَا'':يمنع ذلك(کیسے ممکن ہے؟!)؛اور پھر کیسے اللہ تعالیٰ اپنی طرف نسبت کرتا ہے جہنمیوں کی جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف جب کسی چیز کی نسبت کی جاتی ہے تووہ تشریف کے لیے ہوتی ہے شرف ہوتا ہے۔

اگر رِجل سے مراد گروہ ہے(جیسا کہ لوگ کہتے ہیں)وہ گروہ جواللہ تعالیٰ پیدا کرے گا جہنم کے لیےاُس وقت اوراُس میں ڈالے گا:(ا)پہلی بات یہ ہے کہ ''عَلَيۡهَا''کا لفظ''قَدَمَهُ''کا جو لفظ ہے(عَلَيۡهَا)اس میں ممتنع ہو جاتا ہے معنی فٹ (Fit) نہیں آرہا۔(۲) دوسری بات یہ ہے کہ نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جب بھی کسی چیز کی نسبت ہوتی ہے تو تشریف اور تکریم کے لیے ہوتی ہے۔تو جہنم کی کیا تشریف اور تکریم ہے وہ توذلیل اور خوار ہے!تو نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف جو ضمیر ہے یہ نہیں فٹ(Fit)آتا یہاں پر۔

تواس کا معنی بھی کیا ہے یہ تاویل ہے؟تحریف ہے؛کہتے وہ تاویل ہیں اپنی طرف سے۔یعنی وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا پاؤں کیسے ہم مان سکتے ہیں؟!حدیث میں تو آیا ہے۔

پہلے انکار کیا کہ حدیث متواتر نہیں ہے،انکار کر دیااس قاعدے سے ہی سارا۔

یعنی اگر پوچھیں ناکہ اہل التعطیل کے انکار الصفات میں سب سے پہلے کیااُن کا شبہ ہے؟ایک عام ہے،اور پھر تفصیل آگے خاص ہے۔

عام کیا ہے؟اُن کا یہ باطل قاعدہ کہ عقیدے کے معاملات میں حدیث صرف متواتر ہونی چاہیے،آحاد حدیث جو ہے وہ دلیل نہیں بن سکتی کبھی بھی عقیدے کے کسی مسئلے میں کیونکہ بات ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی جو عقیدے کے بنیادی مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے اس لیے ہم اس حدیث کو نہیں مانتے کیونکہ قاعدہ یہ کہتا ہے(اُن کے نزدیک جو باطل قاعدہ ہے) کہ یہ حدیث متواتر نہیں ہے آحاد حدیث ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ آحاد حدیث جو ہے وہ عقیدے کے مسائل میں قابل قبول نہیں۔

قدم کے بارے میں کیا کہا؟ (وہ تورِجل تھانا) قدم کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ آگے کرے گا اور جہنم میں داخل کردے گا۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: یہ بھی باطل ہے کیونکہ جو جہنمی ہیں اللہ تعالیٰ اُن کو کبھی بھی آگے نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ⑬﴾(الطور:13)؛ چھینک دیا جائے گا ذلیل وخوار کرکے جیسے سورۃ الطور آیت نمبر 13 میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ دیکھیں آگے کرنا آگے کرنے میں تشریف ہے کہ نہیں؟ تشریف ہے نا۔ اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو آگے کرے گا (نسبت بھی اپنی طرف ہے) اور پھر جہنم رسید کردے گا جہنم میں اللہ تعالیٰ داخل کردے گا یا چھینک دے گا! تو یہ معنی جو ہے کبھی اس اعتبار سے فٹ (Fit) نہیں ہو رہا۔

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں: یہ تحریف والے جو ہیں وہ جس چیز سے بھاگے تھے اُس سے زیادہ شَر میں گرگئے، وہ اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کرتے ہوئے یعنی اللہ تعالیٰ کو پاک کرنا چاہتے ہیں قدم اور پاؤں کی صفت سے لیکن بے وقوفی میں اللہ تعالیٰ کے افعال کی حکمت کا انکار کرکے بہت ہی دور چلے گئے ہیں۔

حاصل یہ ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): کہ ہمارے اوپر واجب ہے ہم یہ ایمان رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا قدم ہے، اور چاہیں تو کہیں کہ اللہ تعالیٰ کا پاؤں ہے حقیقت کے اعتبار سے (یعنی یہ پاؤں حقیقی ہے اللہ تعالیٰ کا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے یعنی) اور اس میں کوئی مماثلت نہیں ہے، ہم کیفیت بیان نہیں کرتے کہ پاؤں کیسا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام نے ہمیں یہ تو خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پاؤں ہے یا قدم ہے لیکن یہ ہمیں خبر نہیں دی کہ یہ پاؤں یا قدم کیسا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ㉝﴾(الاعراف:33)۔

جو بھی محرمات ہیں یہاں پر اُن کا اجمال موجود ہے، مجمل طریقے سے ساری جتنی قسمیں ہیں اس کے اندر شامل ہیں اس سے باہر نہیں ہیں؛ یعنی فواحش سے لے کر آپ دیکھ لیں جو فحاشی ہے وہاں سے شروع کیا ہے (جو ظاہر فحاشی نظر آتی ہے وہاں سے)۔

اور پھر: "**القول علی اللہ بغیر علم**" جو سب سے بڑا گناہ ہے، یعنی علماء کے نزدیک شرک سے بھی بڑا گناہ ہے (ہم کہتے ہیں سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ شرک ہے نا)؛ یہ اُس سے بھی اِس لیے بڑا ہے کہ شرک کی بنیاد اساس کیا ہے؟ یہی ہے "**القول علی اللہ بغیر علم**":

اگر یہ لوگ جان لیتے شرک کی حقیقت کیا ہے تو کبھی شرک نہ کرتے اور اللہ تعالیٰ پر کوئی ایسی بات نہ کرتے جس کا اُن کو علم نہیں۔

الغرض؛ تو جس نے بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا انکار کیا ہے اور اس کے صحیح معنی کے بر عکس کوئی اور معنی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے تو اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی بات منسوب کی ہے جس سے اللہ تعالیٰ پاک ہے اور اُس نے ایسی بات کی ہے جو وہ نہیں جانتا؛ اور بہت بڑا جرم ہے اور اِن لوگوں میں شامل ہے جن کے تعلق سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾۔

جو مسلکی فائدہ ہمیں حاصل ہوتا ہے اس حدیث سے: کہ بہت ہی زیادہ خبر دار ہونا چاہیے جہنمیوں کے عمل سے اور اس سے دوری اختیار کرنی چاہیے اس ڈر سے کہ کہیں یہ انسان جو ہے کوئی ایسا عمل نہ کرے جو اس کے جہنم میں داخل ہونے کا سبب بن جائے۔

اب چھٹی حدیث جو ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت کلام اور صوت (یعنی کلام اور آواز) کا ثبوت ہے، اب یہ وہ احادیث ہیں جن صفات کا ذکر قرآن مجید میں اور احادیث میں بھی ہے، اور اس کی دلیل (یعنی اللہ تعالیٰ کی صفت کلام اور آواز جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے اس کی دلیل): ''وهو قوله صلى الله عليه وسلم: يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَىٰ: يا آدَمُ! فَيَقُولُ: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ. فَيُنَادِي بِصَوْتٍ: إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُخْرِجَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ بَعْثًا إِلَى النَّارِ'': إلي آخر الحديث، متفق عليه۔

حدیث کی شرح میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خبر دیتے ہیں اپنے ربّ کے تعلق سے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''يا آدَمُ!'': اے آدم! اور یہ قیامت کے دن (یہ نِدا قیامت کے دن ہے)۔

''فيجيب آدم: " لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ "'': ''لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ'' دو لفظ ہیں: ایک ہے ''لَبَّيْكَ'' یعنی ''إجابة بعد إجابة'' (اے اللہ میں حاضر ہوں، اے اللہ میں حاضر ہوں)؛ یہ مثنی لفظاً ہے اور اس کا معنی جمع ہے۔

جب لبیک کہتے ہیں اس کا معنی ہے دو مرتبہ یہ کہنا "کہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں"، جب دو مرتبہ کا لفظ کسی چیز میں ہو تو اسے تثنیہ کہتے ہیں؛ لیکن لفظ تثنیہ کا ہے معنی جمع کا ہے صرف دو دفعہ حاضر ہوں میں یا بہت زیادہ مرتبہ حاضر ہوں؟! کیا خیال ہے معنی تو بہت زیادہ ہے نا؟

یہ نہیں ہے کہ اب کوئی شخص کہتا ہے "بات سنو یا فلاں کام کرو"؛ کہتا ہے حاضر ہوں (دو مرتبہ کہتا ہے حاضر، حاضر) ابھی کرتا ہوں۔ صرف ایک پر اکتفاء ہے یا حکم دینے والے کی عظمت کے مطابق آپ کا دو سے زیادہ بھی مقصد ہوتا ہے؟ دو سے زیادہ مقصد ہوتا ہے نا۔

لیکن لفظ "لَبَّيْكَ" جو ہے (جیسے ہم تلبیہ میں پڑھتے ہیں "لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ": "لَبَّيْكَ": یعنی اے اللہ! میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں؛ (یہ ترجمہ کرتے ہیں نا دو مرتبہ)؛ اس لفظ کو کہتے ہیں "وهو مثنى لفظًا، ومعناه: الجمع": شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ شرح میں یہ فرماتے ہیں: "وهو مثنى لفظًا" (لفظ تثنیہ کا ہے لبیک میں (لبیک کے معنی میں جو لفظ ہے وہ تثنیہ کا ہے) اور تثنیہ کا معنی جو ہے تثنیہ کی حد تک نہیں بلکہ جمع کا معنی ہے) "ولهذا يعرب على أنه ملحق بالمثنى" (اعراب اس کا (لبیک کا) ملحق بالمثنیٰ ہوتا ہے)۔

"وَسَعْدَيْكَ" (یعنی سعادت کے بعد سعادت)؛ اور معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، اے اللہ تعالیٰ! مجھے توفیق دے میری مدد فرما اور مجھے یہ سعادت عطا فرما کہ میں تیرے اس حکم کی تعمیل کروں۔

پھر سے دیکھیں: "لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ": جب بادشاہ کسی کو یا بڑا کسی کو حکم دیتا ہے نا اور جب آپ کہیں "لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ": یعنی ایک تو میں حاضر ہوں تیار ہوں آپ کے اس حکم کی تعمیل کرنے کے لیے، اور اِس کے ساتھ ساتھ میں یہ سعادت محسوس کرتا ہوں کہ آپ کے اس حکم کی تعمیل کروں اس لیے آپ میری مدد بھی کیجیے تاکہ میں آپ کے اس حکم کی تعمیل بآسانی کر سکوں۔

کتنا پیارا معنی؟! (سبحان اللہ)۔

پھر ہے: "فَيُنَادِي" (اللہ تعالیٰ منادی کرتا ہے اعلان کرتا ہے): "فالفاعل هو الله عزَّ وجلَّ"۔

"بِصَوْتٍ": حدیث کا لفظ دیکھیں "فَيُنَادِي بِصَوْتٍ" (یعنی اللہ تعالیٰ آواز سے منادی کریں گے): یہ "من باب التأكيد" ہے کیونکہ ندا جو ہے "فَيُنَادِي بِصَوْتٍ": ندا بغیر آواز کے ممکن ہے؟!

ندا کہتے ہیں اونچی آواز سے کسی کو بلانا؛ "بِصَوْتٍ" (اونچی آواز سے بلانا، آواز سے)؛ دو مرتبہ ہے۔ تو دوسری مرتبہ کیوں ہے؟ "من باب التأكيد" (تاکید کے لیے)۔ تاکید کب ہوتی ہے؟ کسی کے شک وشبہے کو دور کرنے کے لیے اس لیے تاکید کی جاتی ہے نا؟! تاکہ کسی کے ذہن میں کوئی شک وشبہ نہ رہے کہ اللہ تعالیٰ کی آواز ہے؟ کلام تو ہے لیکن کیا آواز یا بغیر آواز کے؟ تو آواز کے ساتھ۔

آواز سے کیا مراد ہے کلام حقیقی ہے یا مجازی ہے؟ حقیقی کلام ہے نا۔ جب آواز بھی آگئی تو پھر حقیقی ہے کہ نہیں؟ اس لیے جو مجازی کی بات کرتے ہیں اس کی نفی ہو گئی کہ نہیں؟ (سبحان اللہ)۔

اس کا پہلے بھی ہمیں کوئی ثبوت ملتا ہے کہ لفظ کی تاکید کے لیے اُس لفظ کو دوبارہ بیان کیا جائے؟ کئی مثالیں ہیں، اس کی ایک مثال دیکھیں سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ﴾ (اور کوئی بھی پرندہ جو اُڑتا ہے اپنے پَروں سے مگر وہ تمہاری کی طرح اُمتیں ہیں) (الانعام: 38)۔ ﴿وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ﴾: طائر یطیر جناحیہ کیوں ہے؟ کیا بغیر پَروں کے پرندہ اُڑ سکتا ہے؟ تو "جَنَاحِيهِ" کس لیے بیان کیا؟ تاکید کے لیے۔

"فَيُنَادِي بِصَوْتٍ" ایسا ہی ہے کہ نہیں؟ منادی کافی تھا، ﴿طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ﴾ کافی تھا پرندہ اُڑتا ہے؛ ﴿بِجَنَاحَيْهِ﴾: جیسے آیا ہے قرآن مجید میں اسی طریقے سے "فَيُنَادِي بِصَوْتٍ" اس حدیث میں منادات کی (منادی کرنے کی) تاکید ہے کہ آواز سے ہوتی ہے اور منادی جو ہے بغیر آواز کے ممکن ہی نہیں ہے، تو یہ تاکید کے لیے بیان کیا گیا ہے۔

"إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُخْرِجَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ بَعْثًا إِلَى النَّارِ" (اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اپنی ذرّیّت میں سے جہنمیوں کو الگ کر دیں): یہ نہیں فرمایا "إِنِّي آمرك!"؛ "إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ"۔ فرق کیا ہے دونوں میں میں تمہیں حکم دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے؟ کیا خیال ہے کوئی شخص کہتا ہے میں تمہیں حکم دیتا ہوں، دوسرا نام لے کر کہتا ہے تمہیں حکم دیتا ہے (ہے وہ خود) سننے والا جو سنتا ہے کوئی فرق ہے سننے میں؟ "میں تمہیں حکم دیتا ہوں" اور نام لے کر "إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ"؛ جب مقام عزت کا کبریائی کا ہونا تو پھر نام لیا جاتا ہے۔

جب بادشاہ اعلان کرتا ہے کہا جا سکتا ہے نا "کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے" بس اعلان ہے۔ نہیں! "بادشاہ سلامت تمہیں حکم دیتا ہے" اُس کا اثر کیسے گہرا ہوتا ہے کیا خیال ہے؟! (سبحان اللہ)۔

اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾ إلي آخر الآية (النساء: 58): اور یہ نہیں فرمایا "إِنِّي آمركم" (میں تمہیں حکم دیتا ہوں)۔

جبکہ امانتوں کے تعلق سے جو حکم ہے کس نے دیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے نا! "إِنِّي آمركم" نہیں، ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ﴾: کیونکہ امانت میں خیانت بہت بڑا جرم ہے اور امانت کی پاسداری جو ہے فرض ہے تاکہ اس میں کوئی کوتاہی نہ ہو؛ اور امانت سے مراد ہر

معاملے میں صرف پیسوں کے معاملے میں نہیں، عبادت سے لے کر معاملات سے لے کر ہر اعتبار سے تو وسیع معنی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾ إلي آخر الآية۔

اور پھر: ''أَنْ تُخْرِجَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ بَعْثًا إِلَى النَّارِ'': یعنی ''مبعوثًا''(جو جہنمیوں کو الگ کر دیں)۔اور یہ حدیث متفق علیہ حدیث ہے۔

اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام عرض کریں گے: ''قَالَ: يَا رَبِّ وَمَا بَعْثُ النَّارِ؟''(اے میرے ربّ! جہنمی جو ہیں وہ کتنے ہیں؟(اب میں کتنے کو نکالوں مجھے تو نہیں پتہ کتنے کو الگ کروں میں؟))''قَالَ''(اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے) ''مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَ مِئَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعُونَ''(ہزار میں سے نو سو ننانوے (999) جہنمی ہیں اور ایک جنتی ہے)۔یہ صحیح بخاری کی روایت ہے۔

آسان ہے سوچیں ذرا ہزار میں سے ایک جنتی ہے! کیا جنت اتنی مشکل ہے حقیقتاً؟! اللہ کو راضی کرنا مشکل ہے! یعنی جو ربّ ایک مسواک (لکڑی کے ٹکڑے پر) راضی ہو جاتا ہے، آپ اتباع سنت دیکھیں چھوٹی سی مثال میں دے رہا ہوں!

الرحمٰن الرحیم سب سے پہلی صفت ہے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے بعد قرآن مجید میں، کھولتے ہیں نا قرآن مجید آپ پڑھتے ہیں: ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ۝﴾(الفاتحة:1-2): کیونکہ ربّ جو ہے عام طور پر جو معنی ہوتا ہے ربّ کا ربّ عظیم ذات ہے، ابھی یہ نہیں پتہ انٹروڈکشن (Introduction) ہے سب سے پہلے: یہ ربّ ہے کیسا پتہ نہیں! سخت ہے نرم ہے، پکڑے گا عذاب دے گا سزا دے گا، ربّ کیسا ہے؟

!﴿الرَّحْمَٰنِ﴾ پہلے ﴿الرَّحِيمِ﴾ بعد میں ہے، وسیع رحمت کا ذکر پہلے ہے اور خاص رحمت کا ذکر بعد میں ہے۔مسواک سنت ہے لکڑی کا ٹکڑا آپ کی جیب میں ہے آپ وضو کرتے ہیں مسواک کرتے ہیں، نماز سے پہلے آپ مسواک کرتے ہیں اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے؛

اپنے دانتوں کی صفائی: ''مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ'' اللہ راضی ہو جاتا ہے۔ایسا ربّ مسواک جو کہ سنت ہے راضی کیوں ہوتا ہے؟ کیونکہ مسواک کرنے والے نے صفائی تو اپنے دانتوں کی کی ہے اُس سے بڑا مقصد جو ہے کیا ہے نیت کیا ہے؟ کہ میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی اتباع کر رہا ہوں کیونکہ یہ سنت ہے (سبحان اللہ)۔تو ایسا عظیم ربّ جو ہے وسیع رحمت والا ربّ جو ہے وہ عذاب دے گا؟!

اور پھر آپ یہ دیکھیں میں نے پہلے بھی کئی مرتبہ ذکر کیا ہے کہ جب انسان کوئی غلطی کرتا ہے گناہ کرتا ہے توبہ کر لیتا ہے تو گناہ مٹ جاتا ہے باقی نہیں رہتا، اور فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ اس نے گناہ کیا ہے لکھنا نہیں ہے (نیکی فوراً لکھی جاتی ہے گناہ فوراً نہیں لکھا جاتا)؛ توبہ نہیں کی پھر لکھا گیا ہے، اس کے لکھنے کے بعد پھر توبہ کی پھر اسے مٹا دیا گیا ہے۔

اور کتنے مکفرات الذنوب ہیں کہ کانٹا بھی چبھتا ہے تب بھی گناہ معاف ہو جاتا ہے، دکھ ہے تکلیف ہے، بیماری ہے درد ہے بخار ہے سب مکفرات الذنوب ہیں۔

جب ہم مریض کی عیادت کو جاتے ہیں کیا دعا کرتے ہیں؟ ''لا بَأْسَ، طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ''۔ کیا مطلب ہے ''طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ'' کیا ہے؟ طھور کس چیز کو کہتے ہیں؟ پاکیزگی کو کہتے ہیں؛ کہ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس تکلیف کے بدلے گناہوں سے پاک کر دے۔

ایسا ربّ ربّ کریم ربّ رحیم سبحانہ وتعالیٰ ہم عبادت کی نیت کرتے ہیں نہیں کرتے نیکی لکھی گئی ہے؛ نہیں کر سکے نیت کی ہے لیکن کوئی رکاوٹ آگئی ہے (سبحان اللہ)؛ اگر کر لیتے ہیں ایک نیکی کا بدلہ ایک ہے؟ کم سے کم کتنا ہے؟ دس گنا ہے، اور زیادہ سے زیادہ اللہ أعلم۔ پھر بھی جہنم میں نو سو ننانوے (999) اور جنت میں ایک ہے عجب ہے کہ نہیں؟!

موت کے وقت جو تکلیف ہے کفارہ ہے گناہوں کا، قبر میں منکر و نکیر کا سوال کفارہ ہے، قبر میں اگر کوئی عذاب ہے تکلیف ہے کفارہ ہے، میدان محشر میں پل صراط پر، حوض کوثر پر، جتنی بھی تکلیفیں ہیں ناسب گناہوں کا کفارہ ہیں، یعنی جہنم میں وہ شخص جائے گا جو اِن سب چیزوں سے گزر چکا ہے اتنے زیادہ گناہ تھے اُس بندے کے کہ کوئی کفارہ کام نہیں آیا اُس کے! اور وہ اتنا بدبخت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت بھی اُس کے کام نہیں آئی اور اللہ کی رحمت بھی اُس کے کام نہیں آئی آخر تک اس لیے جہنم رسید ہوا ہے! پتہ ہے کون پہنچتا ہے جہنم میں؟ یہی لوگ پہنچتے ہیں!

اور پھر اگر اُس نے کلمہ پڑھا ہے اور اُس کا حق ادا کیا ہے شرک نہیں کیا اُس نے لیکن بہت زیادہ گناہ تھے اُس کے وہ جہنم میں چلا گیا ہے پھر بھی اللہ کی رحمت ہے کہ '' لَا يُخَلَّدُ فِي النَّارِ'' ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا اور اللہ کے عدل وانصاف سے جب اس کے گناہ ختم ہو جائیں گے مٹ جائیں گے جہنم کے عذاب میں تو اسے جہنم سے نکال کر جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔

جب جنت میں داخل کیا جائے گا تو اس جنتی کا جو نعیم ہے جنت میں کتنا ہو گا؟ دنیا کے بادشاہوں سے دس گنا زیادہ (سبحان اللہ)۔

بہت عظیم حدیث ہے بھائیو سچ بات ہے! یعنی جہنم کا جب ذکر آتا ہے نا تو واللہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں! آپ ذرا غور کریں میدان محشر ہے جہنم کو گھسیٹ کر لایا جائے گا، ستّر ہزار لگام ہے ہر لگام پر ستّر ہزار فرشتہ مقرر ہے!

لگام کیوں ڈالی جاتی ہے؟ قابو کرنے کے لیے یاد رکھیں! یعنی وہ قابو میں نہیں آئے گی، کہتی ہے "هَلْ مِنْ مَزِيدٍ"؛ دور سے جہنمیوں کو یوں جھپٹنا چاہتی ہے!

اچھا فرشتے کتنے عظیم ہیں؟ ایک لگام میں اگر ستّر فرشتہ ہوتا تو وہی کافی ہوتا لیکن ایک لگام نہیں "سَبْعُونَ أَلْفَ زِمَامٍ" ستّر ہزار لگام ہے اور ہر لگام پر ستّر ہزار فرشتہ ہے؛ اور اُس وقت انسان دیکھ رہا ہو گا سامنے کھولتی ہوئی جہنم! دائیں طرف دیکھے گا اپنا عمل ہے بائیں طرف دیکھے گا اپنا ہی عمل ہے۔

دائیں بائیں کیوں دیکھ رہا ہے؟ کہیں کچھ مل جائے نا، کہیں سے کوئی یار دوست مددگار کہیں سے کوئی آجائے کوئی نیکی نظر آجائے کچھ تو آجائے! اپنا عمل ہے جو کچھ تم نے کیا ہے وہی ہے۔

عمل میں کیا ہے؟ توحید ہے اتباع سنت ہے، نماز ہے، زکوۃ ہے، روزہ ہے، حج ہے، صدقات ہیں خیرات ہے، بِرّ الوالدین ہے (والدین کے ساتھ حسن سلوکی ہے) صلہ رحمی ہے تو الحمد للہ خیر ہے، لیکن اگر شرک ہے بدعات ہیں خرافات ہیں اور والدین کے ساتھ بد سلوکی ہے قطع رحمی ہے، حرام خوری ہے، ظلم ہے، ریاکاری ہے، زناکاری ہے، سود خوری ہے (آخر تک جو گناہ ہیں نعوذ باللہ) تو پھر کہاں خیر ہے؟!

اور یار مددگار کوئی نظر آئے گا؟ ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝٣٤ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝٣٥ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝٣٦﴾ (عبس: 34-36)۔

سب سے قریبی کون ہیں دنیا میں آپ کے؟ دیکھ لو آپ کے جو سب سے زیادہ پیارے ہیں ماں باپ سے بڑھ کر کوئی ہے؟ بہن بھائیوں سے بڑھ کر کوئی ہے؟ اپنی اولاد، اپنی بیوی، اپنے بچے، اپنے دوست، اپنے احباب جو بھی ہیں؟

اور پھر یہ نہیں کہ آپ کو دیکھیں گے چھپ جائیں گے! جانتے ہیں فرار کا کیا مطلب ہے ﴿يَفِرُّ﴾؟ ایک تو ہوتا ہے کہ آپ کو دیکھ تھوڑا سا سائیڈ پر ہو جائیں گے، سائیڈ پر ہوں گے کتنی تکلیف ہو گی کہ ابھی تو اس کے لیے میں نے بہت کچھ کیا ہے یہ بیٹا ہے میرا، یہ میری ماں ہے یہ میرا بھائی ہے، میں جو بھی حرام کمایا ہے ان ہی کے لیے کمایا ہے، جو بھی ظلم کیا ہے ان ہی کے لیے کیا ہے! (تھوڑا پیچھے ہٹ گیا تو تکلیف ہوتی ہے نا کہ پیچھے ہٹ گیا ہے اب میرا کام میری مدد نہیں کر رہا پیچھے ہو گیا ہے)۔ دیکھ کر فرار ہو گیا کتنا تکلیف دہ ہے پتہ ہے؟! کیا دونوں برابر ہیں؟! ایک آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو جاتا ہے تسلی ہے کہ مدد کرے گا کوئی، ایک

تھوڑا دور ہو جاتا ہے ہٹ جاتا ہے کہ مدد نہیں کروں گا میں، ایک دیکھ کر بھاگ جاتا ہے؛ کتنی بڑی حسرت ہو گی قیامت کے دن! اور آگے دیکھے گا کیا نظر آئے گا؟ جہنم ہے۔

"فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ": اس جہنم سے بچو جہنم کی آگ سے بچو اگرچہ کھجور ایک نہیں آدھی کھجور کے ٹکڑے سے۔

کیا مطلب ہے آدھی کھجور کے ٹکڑے سے؟ یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک کھجور دی ہے اور ایک مسکین بھوکا ہے آپ اس کھجور کے دو حصے کریں ایک خود کھالیں بے شک اگر آپ بھوکے ہیں اور آپ نے آدھی کھجور کا ٹکڑا جو ہے اُس بھوکے کو کھلا دیا، اللہ تعالیٰ کے لیے آپ نے خالص یہ نیک عمل کیا ہے اللہ کو پسند آگیا ہے اس آدھی کھجور کے ٹکڑے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کو جہنم سے نجات عطا فرمائے گا اور جہنم سے آپ دور ہو جائیں گے (سبحان اللہ)۔

دیکھیں جہنم کا ذکر کرنا آسان ہے لیکن کبھی سوچا ہے گھر میں جھگڑے، ساس بہو کے جھگڑے ختم نہیں ہوتے چھوٹی سی بات پر آگ لگ جاتی ہے! تم نے کیا تم نے کیا، تم نے وہ نہیں کیا تم نے وہ نہیں کیا! اور قبر میں تو اپنی اپنی قبر میں جانا ہے نا! قبر کی بات کریں کہتے ہیں دیکھا جائے گا قبر میں! کیا دیکھو گے قبر میں؟! کیا دیکھ سکتے ہو قبر میں؟! اللہ کی قسم! تھوڑی سی آگ لگ جاتی ہے نا کچھ پکاتے ہوئے انسان کو ہفتہ پورا پٹیاں لگتی ہیں اور پتہ چلتا ہے درد اور تکلیف ہوتی رہتی ہے؛ یہ دنیا کی آگ کیا آگ ہے دنیا کی! اور پتہ ہے پین (Pain) اور درد کے لیے جو سب سے تکلیف دہ درد ہے وہ جلنے کا درد ہوتا ہے "جلنا" جب انسان جلتا ہے؛ اور جہنم میں تو ہے ہی جلنا اور کیا ہے؟! اس لیے جو جلد ہے جس میں یہ سب سینسیشن (Sensation) ہے اور ہم درد محسوس کرتے ہیں جلد کی وجہ سے جلد نہ ہو تو درد محسوس نہیں ہوتا، یہ جلد روسٹ ہو جائے گی جل جل کر ختم ہو جائے گی اللہ تعالیٰ پھر نئی جلد پیدا کرے گا، پھر عذاب پھر جلنا پھر ختم پھر دوبارہ!

پتہ ہے جب یہ جو فل برن (Full burn) ہو جاتا ہے نا اور اس کی ڈیپتھ (Depth) تک چلا جاتا ہے اور پورا ٹکڑا ختم ناکارہ ہو جاتا ہے تو اس جگہ پر درد نہیں ہوتا کیونکہ جگہ ہی ختم ہو گئی ہے پوری جل گئی ہے اور راحت اور سکون مل جاتا ہے مریض کو؛ لیکن وہی جلد اگر دوبارہ بنائی جائے اور پھر اسے جلایا جائے، پھر دوبارہ بنائی جائے اور پھر اسے جلایا جائے ایسا سخت عذاب ہے کہ کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا واللہ!

اس کے باوجود بھی جہنم سے کتنے لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں اور اس سے دوری اختیار کرنا چاہتے ہیں؟!

میں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو لکڑی کے چھوٹے سے ٹکڑے سے بھی راضی ہو جاتا ہے (اتباع سنت کی بات میں کر رہا ہوں) آپ کا ایک چھوٹا سا عمل بھی ضائع نہیں جائے گا اللہ راضی ہو جاتا ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے وہ جہنم میں کبھی داخل ہو سکتا ہے؟! اللہ نے ہمیں عذاب دینے کے لیے پیدا نہیں کیا واللہ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا جنت کے لیے ہی کیا ہے جہاں سے ہمارے باپ سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو نکالا گیا ہے اصل جگہ وہ ہے لیکن وہاں تک پہنچنے کے لیے اس دنیا میں آئے ہیں۔

یہ دنیا "دناءۃ" سے ہے حقارت سے یہ لفظ لیا گیا ہے کہ بہت ساری مصیبتیں ہیں بہت ساری آزمائشیں ہیں ان کو پار کرنے کے بعد جنت میں جا سکتے ہیں لیکن ربّ کو راضی کرنا پڑے گا اور ربّ کو راضی کرنے کے لیے تقویٰ کا راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔

الصراط المستقیم ہم کیوں ہر نماز میں دعا کرتے ہیں؟ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝﴾ کس لیے؟ جانتے ہیں کس لیے؟ کیونکہ یہی ایک راستہ ہے جنت کی طرف جو جاتا ہے باقی سارے کے سارے راستے جہنم کی طرف جاتے ہیں۔

ہر نمازی جب تک نماز میں یہ دعا نہ کرے ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝﴾ (الفاتحہ:5) اس کی نماز ہی نہیں ہے! لیکن اللہ کا کرم دیکھیں اگر اللہ عذاب دینا چاہتا ہو تو ہمیں یہ حکم دیتا کہ یہ دعا کرو ہر نماز میں؟ (سبحان اللہ)۔

الرحمٰن الرحیم کی رحمت ہے کہ سب سے عظیم دعا جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھائی ہے اسی سورۃ میں جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنا خود تعارف کیا ہے کہ اللہ ہے کوئی اور یہ کتاب کس کی ہے، کون سا راستہ کس کا منہج ہے، کن لوگوں کے راستے پر چل کر میں جنت میں داخل ہو سکتا ہوں یہ بھی کھلی وضاحت کے ساتھ ہے ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ (الفاتحہ:6): ان میں شامل ہونا چاہتے ہو تمہاری مرضی ہے، ہدایت کا یہی راستہ ہے؛ صرف زبانی کلامی نہیں ہوتا کہ زبان سے کہہ دیا میں ہدایت یافتہ ہو گیا ہوں ، نہیں! ہدایت کے راستے پر چلنا ہو گا اور اس کا حق ادا کرنا ہو گا اُن لوگوں کے ساتھ مل کر جن کا یہ راستہ ہے اُن کی اتباع کر کے۔

اگر اتباع نہیں کریں گے تو پھر دو الگ راستے ہیں: ﴿الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ اور ﴿الضَّآلِّيْنَ﴾ (الفاتحہ:7) کا راستہ ہے؛ تمہاری مرضی ہے کون سا راستہ اختیار کرنا ہے، ایک راستہ جنت کی طرف جاتا ہے اور باقی راستے جہنم کی طرف جاتے ہیں اور جہنمی راستے کی جو ہے نا یہ دو بنیادیں ہیں کہ اللہ کا غضب اُن لوگوں پر ہے اور وہ گمراہ ہیں۔

ہدایت یافتہ کا ایک راستہ ہے اور ایک ہی علامت ہے کہ منہج السلف کی پیروی کرنے والے ہیں اُس پر چلنے والے ہیں، دین کو سمجھتے ہیں قرآن اور سنت کو سمجھتے ہیں جیسا کہ سلف صالحین نے سمجھا ہے صحابہ نے سمجھا ہے براہ راست اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر علیہ

الصلاۃ والسلام سے، تابعین نے صحابہ سے سمجھا ہے، اتباع التابعین نے اُن سے سمجھا ہے اور اُن کی اتباع بھی احسان کرنے والوں نے تاقیامت اُن سے سمجھا ہے، یہ منہج السلف ہے اور یہ ہماری دعوت ہے۔

یہ کوئی ریاضی کا یا کوئی میتھ کا مشکل فارمولا نہیں ہے کہ بچے بیچارے پریشان ہو جاتے ہیں، واللہ! سیدھا سادا راستہ ہے اور واللہ! سب سے آسان راستہ ہے۔

یہ اہل التاویل کی اور تعطیل کی بات میں کر چکا ہوں کتنا مشکل ہے! اب رِجل کو کہاں سے ڈھونڈا ہے، رِجل جراد جا کر دور دیکھا ہے کسی حدیث میں، اب پاؤں کو رِجل بنا کر اسے گروہ بنا دیا، مقدم کو آپ نے دیکھا ہے کس طریقے سے گروہ آگے کرنا ہے! جہنم میں آگے گروہ جا رہا ہے! یہ نہیں پتہ کہ اضافہ اللہ تعالیٰ کی طرف تشریف کا ہوتا ہے! وہ سب اندھے ہو گئے گونگے بہرے ہو گئے کیوں؟! کیونکہ اصل مصیبت تکلیف دل میں ہے اصل بیماری دل کے اندر ہے جب دل نہیں سدھرا تو پھر زبان کیسے سدھر سکتی ہے؟! عقل کیسے کام آئے گی مجھے بتائیں؟! عقل کبھی کام آسکتی ہے کبھی عقل راہ راست پر چل سکتی ہے جب دل میں گندگی ہو؟! سوال ہی نہیں پیدا ہوتا!

تو عقیدے کا علم جو ہم حاصل کر رہے ہیں اس سے دل کی اصلاح ہوتی ہے، جب دل پاک ہو جاتا ہے اور دل سدھر جاتا ہے تو عقل بھی سمجھے گی، آنکھ بھی صحیح دیکھے گی، کان بھی صحیح سنے گا، اور صحیح سمجھا بھی جائے گا مسئلے کو اور پھر زبان سے بھی صحیح الفاظ نکلیں گے؛ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ دل پاک ہو اور زبان پر ناپاکی ہو اور بدعقیدگی کو ظاہر کیا جائے۔ کبھی ہو سکتا ہے؟!

انسان اپنی زبان سے دل کی تعبیر کرتا ہے کہ نہیں جو کچھ دل میں ہے؟ کیسے تعبیر کرتے ہیں؟ آپ کے اندر کیا چھپا ہے مجھے پتہ ہے؟ جب تک آپ بولیں گے نہیں کسی کو پتہ ہو سکتا ہے؟ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا!

تو عقیدے کی باتیں جو ہم کر رہے ہیں ہم وہ ظاہر کر رہے ہیں جو ہمارے دل میں ہے، جو ہمارے دل میں ہے یہ وہ ہے جو سلف کا راستہ ہے۔

یہ کتابیں جو پڑھ رہے ہیں یہ سلف نے ہی سمجھا ہے نا! کس صحابی نے کہا ہے کہ رِجل سے معنی جو ہے وہ پاؤں یا قدم نہیں ہے؟! کسی ایک صحابی سے ثابت ہے تو دکھائیں! یہ حدیث انہوں نے سنی ہے کہ نہیں سنی جتنی اسماء وصفات کے باب میں احادیث گزر چکی ہیں اور آیات گزر چکی ہیں؟

یہ اہل التعطیل جب انکار کرتے ہیں ان سے صرف ایک سوال ہی کافی ہے کہ کیا یہ جو تمہیں سمجھ آئی ہے اس آیت یا اس حدیث سے کہ اس سے یہ مراد نہیں ہے جو ظاہر ہے اس سے لفظ کے معنی کا بلکہ وہ مراد ہے جو تم لوگ کہہ رہے ہو تاویل کے نام پر تحریف کر کے، یہ سوال صحابہ نے کیوں نہیں پوچھا؟! اگر ظاہر سے ہٹ کر ہوتا تو ظاہر ہے سوال کرتے، جب سوال نہیں کیا تو یہ ثبوت ہے کہ یہی معنی ہے جو ہر بندہ سمجھ سکتا ہے، اعرابی بھی سمجھتا ہے اور سمجھنے والا بھی سمجھتا ہے، عالم بھی سمجھتا ہے۔

اعراب جاہل تھے کہ نہیں؟ لیکن جب سُنا عربی جانتے تھے کہ نہیں؟ عرب تھے اعراب تھے، جاہل تھے بدو تھے، پڑھے لکھے نہیں تھے لیکن کان میں یہ سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت ہے اللہ تعالیٰ کا پاؤں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے آکر یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پاؤں کیسے ہو سکتا ہے؟!

اُس جاہل نے نہیں کہا کیونکہ اُس کو پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاؤں کی صفت جو ہے اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے مخلوق جیسی ہو نہیں سکتی کبھی۔ کیوں؟ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادیا ہے یہ تو خبر دی ہے کہ پاؤں ہے یہ خبر نہیں دی کہ پاؤں کیسا ہے؛ جب خبر ہی نہیں دی کہ پاؤں کیسا ہے سوال کرنے کی کیا ضرورت ہے پھر؟!

تم لوگوں نے سوال کیا ہے اور بدعت کا راستہ اختیار کر چکے ہیں!

اس لیے امام مالک (رحمہ اللہ) نے کیوں منع کیا تھا اُس شخص کو جس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے کیسے مستوی ہے "کیف استوی"؟ اور غصہ کیوں آیا؟!

تم خوش ہوتے ہو ہمارے سلف جن کی تم اتباع کے دعویدار ہو، مالکی بھی یہی کہتے ہیں نا!؛ آج دیکھیں جتنے بھی گروہ ہیں سلفیوں کے علاوہ باقی جو ہیں "أشاعرہ، ماتریدیہ" دور حاضر میں؛ پہلے جہمیہ تھے پھر وہ گئے، پھر معتزلہ آئے وہ بھی مغلوب ہو گئے، پھر کلابیہ آئے، پھر أشاعرہ اُن سے الگ ہو گئے، پھر ماتریدیہ آئے، اور آگے امت اسلامیہ میں یہ لوگ پھیلے ہوئے ہیں!

کیا ضرورت ہے اُن کو کہنے کی کہ ہم اصول میں أشعری ماتریدی ہیں اور فروع میں ہم حنفی ہیں؟! یا اصول میں ہم اتباع کرتے ہیں امام ابوالحسن أشعری کی اور ابو منصور ماتریدی کی اور فروع میں ہم تقلید کرتے ہیں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی اور طریقتاً ہم صوفی ہیں؟!۔

یہ تقسیم تین حصے کی کہاں سے آئی ہے؟! کیا صحابہ میں تھی؟ کیا تابعین میں تھی؟ اتباع التابعین میں تھی؟

کیا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ یا امام مالک رحمہ اللہ جن کی یہ اتباع کرنے کے دعویدار ہیں اُن کا عقیدہ کیا تھا یہ عقیدہ تھا؟! امام مالک نے تو سختی سے اُس شخص کو نکال دیا! صرف یہ سوال کیا تھا" كيف استوى؟ "بس! یہ نہیں کہا کہ تحریف ہے معنی یہ نکالا اُس کی یہ تاویل لازم آتی ہے وہ لازم آتا ہے تشبیہ لازم آتی ہے، اُس کو جرأت نہیں ہوئی! صرف یہاں تک اُس نے کہا" كيف استوى؟ " بس (سبحان اللہ)۔

اور ان لوگوں کی ہٹ دھرمی کی انتہا دیکھیں یہ سب قصے بھی جانتے ہیں، سلف کا مؤقف بھی جانتے ہیں، احادیث بھی جانتے ہیں آیات کو بھی جانتے ہیں، تب بھی مخالفت کرتے ہیں کہ نہیں؟!

وجہ کیا ہے میں نے کہا ہے خرابی کہاں پر ہے؟ سننے میں خرابی ہے کیا؟! پڑھنے میں دیکھنے میں خرابی ہے کیا؟! یا الفاظ جب دیکھتے ہیں اُلٹے سیدھے ہو جاتے ہیں کیا؟! نہیں، سمجھنے میں نہیں ہے! اِدھر دل میں خرابی ہے؛ جب دل میں خرابی ہے تو پھر نتیجہ کیا نکلا؟ صحیح نہیں سمجھ سکے۔ کیوں صحیح نہیں سمجھ سکے؟ کیونکہ سمجھنا نہیں چاہتے۔ اگر سمجھنا چاہتے تو دیکھیں راستہ مشکل ہے کیا؟!

واللہ! آپ کسی بچے کو سکھادیں وہ سیکھ جائے گا، کسی بچے کو سکھا کر دیکھ لیں آپ کیونکہ بچے کا دل پاک ہے؛ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ بچے کی بچپن سے تربیت کرنی چاہیے صحیح عقیدے کی۔

ہمارے بچے کمپیوٹر سائنس پڑھتے ہیں، میتھس (Maths) پڑھتے ہیں، ہسٹری پڑھتے ہیں، کیا کچھ نہیں پڑھتے! کہتے ہیں "وہ ٹھیک ہے پڑھنا عقیدے کے مسئلے بڑے گھمبیر مسئلے ہیں بچے کو دور رکھیں ذرا"!

کیا بچے کو دور رکھیں؟! اگر بچے کو ان حقائق سے دور رکھیں تو پھر بچے گا کیا؟! عجیب سی بات ہے واللہ!

یعنی آپ کلاس فائیو (5) کے بچے کو سِکس (6) دیکھ لیں سائنس پڑھ رہا ہوتا ہے اور ایسے مسائل ہیں سائنس کے حیران کن جو ہم دسویں کلاس میں پڑھتے تھے آج وہ پانچویں کلاس میں بچے پڑھ رہے ہیں! دیکھا ہے سلیبس آج کا کتنا مشکل کر دیا ہے پتہ نہیں کرنا کیا چاہتے ہیں؟! یعنی ہر بچے کو راکٹ سائنس پڑھانی ہے! پڑھانا کیا ہے پتہ نہیں بننا کیا ہے ان لوگوں نے؟! بچوں نے بننا کیا ہے؟!

اور جو اصل چیز جس پر تربیت اور تعلیم دینی ہے حقیقتاً ہر مسلمان بچے کو اُس سے انہوں نے محروم کیا ہوا ہے، پتہ نہیں! وجہ کیا ہے کیا والدین چاہتے ہیں تربیت کرنا؟ اگر چاہتے ہوتے تو تربیت کرتے نا، اصل ہمارے دل میں یہ درد ہی نہیں ہے یہ سوچ ہی

نہیں ہے کہ ہم نے بچے کو کیا تربیت دینی ہے اور کیا تعلیم دینی ہے، اور بچوں کی تربیت اور تعلیم کی ابتداء گھر سے ہوتی ہے، جو اسکول میں ہے وہ تعلیم و تربیت نہیں ہے وہ تعلیم ہے وہ دنیاوی تعلیم ہے۔

دینی تعلیم صرف کہتے ہیں نا کہ ایڈیشنل سبجیکٹ (Additional subject) سمجھا لیا ہے آپ نے کہ بچہ یہ بھی پڑھ لے گا "بھی"۔ کیا مطلب ہے بنیاد ہے؟ کبھی سُنا ہے کہ سائنس بھی پڑھ لے گا میتھس (Maths) بھی پڑھ لے گا؟ سُنا ہے کبھی؟! لیکن "اسلامیات بھی پڑھ لے گا" جب یہ حیثیت رہ گئی ہے ہماری اسلامیات کی ہمارے دین کی تو پھر یہی ہونا ہے معاشرے میں اور کیا ہونا ہے؟!

سلف کے زمانے میں حساب اُن کو آتا تھا؟ نہیں آتا تھا۔ قرآن مجید بغیر حساب کے آپ بعض مسائل سمجھ سکتے ہیں وراثت کے مسائل بغیر حساب کے؟ آپ یہ دیکھیں اُمی ہیں پڑھے لکھے نہیں ہیں لیکن وراثت کے مسائل کیسے فراوانی سے بیان کرتے ہیں (سبحان اللہ)۔

میں چھوٹی سی مثال دے رہا ہوں کہ وراثت کے مسائل دور حاضر کیا اب ہر دور میں ہر ملک میں ہر جگہ پر بہت ہی مشکل ترین مسئلے سمجھے جاتے ہیں، اور میرا خیال ہے امریکہ میں جو اس کا قانون دیا ہے وہ تقریباً سات والیمز میں میں نے سُنا ہے (بڑے بڑے والیمز ہیں سات سے بھی زیادہ ہیں تقریباً) صرف وراثت کے مسائل جن میں ذکر ہے۔ اور ہمارے پاس صرف تین آیتیں ہیں اور تین احادیث ہیں بس، سارے وراثت کے مسائل یہاں پر کھڑے ہوئے ہیں اور وہ تفصیل ہے واللہ! اللہ کی قسم کھا رہا ہوں آپ کو کسی کتاب میں ملے گی بھی نہیں! وہاں پر بھی سات بڑے والیمز کے ہوتے ہوئے بھی بہت سارے کو کُسچن مارک (Question mark) ہیں بہت ساری چیزیں ایسی ہیں جو وہ حل نہیں کر سکے!

کمال ہے واللہ! اس علم سے لوگوں کو محروم کیا جا رہا ہے اور دور کیا جا رہا ہے اور ذمے دار کون ہے؟ ہم بھی ذمے دار ہیں میرے بھائیو! میں یہ نہیں کہہ رہا ہے کہ بچے کو وراثت سے شروع کرو مسائل پڑھانا شروع کردو، میں یہ کہہ رہا ہوں کہ جو اساس ہے کلمہ توحید ہے سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) دو سال کی میری عمر تھی میری ماں نے مجھے کلمہ توحید پڑھنا سکھایا ہے۔ (دو سال کی عمر کیا ہے بچے کی؟!)۔

آج بچہ جو میرا خیال ہے چھ مہینے کا یا چار مہینے کا ہوتا ہے وہ رائمز (Rhymes) سُن رہا ہوتا ہے! اور پتہ نہیں ڈانس ہو رہے ہیں اور میوزک ہے اور کارٹون ہیں! کہتے ہیں تو کہتے ہیں "کہ بچوں پر تو حرام نہیں ہے نا!"۔

بچے پر حرام نہیں ہے لیکن بچے کی تربیت کس چیز پر ہو رہی ہے ؟!

بعض بچے سوتے نہیں ہیں جب تک کہ یہ میوزک نہ سنیں ! کہتے ہیں "بچہ سوتا نہیں ہے"۔ تو کس نے اُس کو یہ عادت ڈالی ہے ؟! یہ تربیت کس نے دی ہے اسے ؟! اور بڑا ہو کر جب گانے نہیں سُنے گا تو کیا کرے گا یہ ؟! اور بعض ایسے بچے ہیں جو قرآن مجید سنتے ہیں (الحمد للہ) اور سکون سے سو جاتے ہیں۔ اب اس کو قرآن کا عادی بنانا ہے یا گانے کا عادی بنانا ہے کس کی ذمے داری ہے ؟ اور کون ذمے دار ہے اس کا کون جواب دہ ہے ؟ والدین ہیں۔

(بہر حال وقت کافی ہو گیا ہے میں معذرت چاہتا ہوں، بس کچھ اہم باتیں کرنا میں لازمی سمجھتا ہوں دور حاضر میں بہت ساری کوتاہیاں جب نظر آتی ہیں واللہ ! بہت دکھ اور تکلیف ہوتی ہے !)۔

یعنی کل کی بات ہے میں نماز پڑھ رہا تھا مغرب کی میں سجدے میں گیا تو دائیں اور بائیں دونوں جو تھے نا یعنی بہت بڑی داڑھی تھی اُن لوگوں کی (اور داڑھی کا جب میں ذکر کرتا ہوں مطلب یہ نہیں کہ نعوذ باللہ میں کوئی تنقیص کر رہا ہوں مطلب یہ ہے کہ ظاہر اًصلاح ہے ماشاء اللہ متبع سنت ہیں، تو ظاہر ہے کہ داڑھی کی سنت کا یہ جو اہتمام کرتا ہے تو نماز کا تو من باب اولیٰ اہتمام کرنا چاہیے نا اچھی بات ہے) تو سجدے میں دونوں کہنیاں زمین پر ! ساتھ پڑھ رہا ہے نماز اِدھر والا بھی اِدھر والا بھی ؛ میں نے سلام پھیر اسلام کے بعد میں نے مصافحہ کیا جو اِدھر والا ساتھی تھا میں نے کہا اُردو آتی ہے ؟ کہتا ہے ہاں۔ میں نے کہا "آپ نے سجدہ کیا ہے ابھی اور آپ نے سجدہ جب کیا ہے تو کہنی جو ہے نا وہ لگ رہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کہنی جو ہے وہ اوپر ہونی چاہیے"۔ کہتا ہے "ہاں ٹھیک ہے جزاک اللہ"، بس ؛ میں نے کہا ٹھیک ہے۔

دوسرے بھائی جو ہیں دائیں طرف اُس سے میں نے کہا تو بڑا خوش ہوا اُس نے دعائیں دیں اور سجدہ کر کے دکھایا اُس وقت، دونوں کہنیاں اُٹھائیں ایسے کہتا ہے "اب ٹھیک ہے ؟"، میں نے کہا ہاں۔ کہتا ہے "اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے مجھے پتہ نہیں تھا کہ یہ سنت ہے اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائے"۔

اُس بندے نے دعا کی آمین آپ بھی کہیں، اُس بندے نے دعا کی ہے میرے لیے اور اپنی لیے بھی (سبحان اللہ)۔

لوگوں میں خیر ہے الحمد للہ لیکن عجب بات یہ ہے کہ اتنی بڑی عمر ہو گئی ہے ہمیں بہت کچھ آتا ہے دنیا میں، وہ بھی آتا ہے جو ہمیں نہیں آنا چاہیے تھا جو ضرورت بھی نہیں ہے !

بعض ایسے یعنی اَن پڑھ لوگ ہیں موبائل دیکھیں انگلش میں ہے ناآئی کن (Icon) دیکھیں بچہ بھی اس کو کرلیتاہے،اُس کو پتہ کہ یہ کون سی ایپ (App) کس طریقے سے چلتی ہے کیسے کرنا ہے کیسے نہیں کرنا ہے؛ عجب بات یہ ہے کہ نماز کیسے پڑھنی ہے، میرے ہاتھ کیسے ہونے چاہیئں، میری کہنیاں کہاں پر ہونی چاہیئں، میرا یہ سَر رکوع میں کیسے ہونا چاہیے، میرے یہ گھٹنے کیسے ہونے چاہیئں، بازو کیسے ہونے چاہیئں، قیام کی حالت میں میرے دونوں ہاتھ کہاں پر ہونے چاہیئں کیسے ہونے چاہیئں، اطمینان کیاہوتاہے سکون کیاہوتاہے نماز میں، نماز کے ارکان کیاہیں واجبات کیاہیں، سنتیں کیاہیں، سجدہ سہو کیسے کیاجاتاہے کب کیاجاتا ہے (سبحان اللہ) کیابغیر علم کے ممکن ہے؟!

اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے اور توحید اور سنت کی توفیق عطافرمائے اور جو ہمارے اندر کوتاہیاں ہیں لغزشیں ہیں اللہ تعالیٰ دور فرمائےاور ہر شَر سے محفوظ فرمائے (آمین)۔

((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (066.العقیدۃالواسطیۃ) سے لیا گیاہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیاہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔